باب دوم:

سیاسی اور آئینی مراحل

(1958ء تا 1971ء)

مختصر تعارف:

جنرل ایوب خان کا دور اقتدار مارچ 1969ء کے مارشل لا کے دوبارہ نفاذ تک جاری رہا۔ جنرل ایوب خان کے دور میں 1962ء کے آئین کے مطابق بنیادی جمہورتیوں کے بالواسطہ انتخابات ہوئے اس طرح قیام پاکستان کے پہلے دو عشروں تک بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخابی عمل شروع نہ ہو سکا۔ 1962ء کا آئین صدارتی طرز حکومت پر مبنی تھا اور صدر کے وسیع اختیارات کا ترجمان تھا۔

پہلا مارشل لا صدر سکندر مرزا نے اکتوبر 1958ء میں لگایا تھا اور اقتدار جنرل ایوب خان کو ملا۔ دوسرا مارشل لا صدر ایوب خان نے لگایا۔ جنرل یحییٰ خان مارچ 1969ء میں چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر اور صدر پاکستان کے عہدے پر فائز ہوئے۔ دسمبر 1970ء میں پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار بالغ رائے دہی کی بنیاد پر عام انتخابات کرائے۔ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ اور مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی نے اکثریت حاصل کی۔ دونوں جماعتیں سیاسی شعور کا مظاہرہ نہ کر سکیں اور سقوط مشرقی پاکستان کا سانحہ رونما ہو گیا۔ 20 دسمبر 1971ء کو صدر جنرل یحییٰ خان نے اقتدار پیپلز پارٹی کے حوالے کر دیا۔ اس دوران 7 دسمبر 1971ء سے 20 دسمبر 1971ء تک نورالامین دو ہفتوں کے لیے نامزد وزیر اعظم کے عہدے پر فائز رہے۔

جنرل محمد ایوب خان بطور ناظم مارشل لاء

(1) پس منظر:

دستور پاکستان 1956ء کے تحت گورنر جنرل کا عہدہ ختم کر کے ملک میں صدارتی نظام اپنا یا گیا۔ 5 مارچ 1956ء کو میجر جنرل سکندر مرزا نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے پہلے صدر کا عہدہ سنبھالا۔ انہوں نے 7 اکتوبر 1958ء کو ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا اور بری افواج کے کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خان کو ناظم مارشل لاء مقرر کیا۔ 27 اکتوبر 1958ء کو سکندر مرزا اپنے عہدے سے الگ ہو گئے اور تمام اختیارات سپریم کمانڈر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ایوب خان کے سپرد کر دیئے۔

(2) مارشل لاء:

میجر جنرل سکندر مرزا نے 7 اکتوبر 1958ء کو ملک میں مارشل لاء نافذ کیا اور جنرل محمد ایوب خان کو ناظم مارشل لاء مقرر کیا۔ بعد میں صدر مستعفی ہوئے تو ایوب خان بیک وقت ملک کے صدر چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر بن گئے۔ ان دنوں وہ فوج کے سپریم کمانڈر بھی تھے۔ وہ اپنی صدارت کے دوران 16 فروری 1960ء کو فوج سے ریٹائرڈ ہوئے۔

جنرل محمد ایوب خان نے 8 اکتوبر 1958ء کو اپنے ایک بیان میں کہا کہ:

"ملک مکمل تباہی کے خطرے سے دوچار تھا اور اس کی سالمیت تک خطرے میں پڑ گئی تھی۔ اگر ہم موجودہ افراتفری اور بے رہروی کو اسی طرح جاری رہنے دیتے تو تاریخ ہمیں کبھی معاف نہ کرتی۔"

(3) ایبڈو قانون:

فیلڈ مارشل لاء جنرل محمد ایوب خان نے 5 مارچ 1959ء کو "ایبڈو" کے نام سے ایک قانون جاری کیا۔ لفظ "ایبڈو" "Elective bodies disqualification Order" کا مخفف ہے۔ اس قانون کے تحت 65 سیاستدانوں کو ملکی سیاست میں حصہ لینے سے روک دیا گیا۔ یہ قانون 31 دسمبر 1966ء تک نافذ العمل رہا۔

(4) پوڈو (Public Offices Disqualification Order) قانون:

جنرل محمد ایوب خان نے "پوڈو" (Public Offices Disqualification Order) کے نام سے ایک قانون جاری کیا۔ اس قانون کے تحت بد عنوان سرکاری ملازمین کی چھان بین کے لئے کمیٹیاں تشکیل دی گئیں اور کمیٹیوں کی تحقیق کے بعد بد عنوان ثابت ہونے والے 350 افسروں اور 1300 ملازمین کو یا تو جبری طور پر ریٹائرڈ کر دیا گیا یا پھر ان کی تنزلی کر دی گئی۔

(5) بد عنوانیوں کے خلاف اقدامات:

جنرل محمد ایوب خان نے مارشل لاء کے نفاذ کے بعد بد عنوانیوں کے خاتمہ کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کیے:

(i) ناجائز اسلحہ تھانوں میں جمع کرانے کا حکم دیا گیا۔

(ii) اشیائے صرف کی قیمتیں مقرر کیں اور اشیائے خوردنی میں ملاوٹ کرنے والوں پر جرمانے عائد کیے گئے۔

(iii) سمگلروں سے سمگل شدہ اشیاء برآمد کیں۔

(iv) سرمایہ داروں کو حکم دیا گیا کہ وہ یکم دسمبر 1958ء تک زر مبادلہ حکومت کے حوالے کر دیں یا اس کا اعلان کر دیں۔ اس طرح سرمایہ داروں نے 4 کروڑ 40 لاکھ روپے کا زر مبادلہ حکومت کے حوالے کیا۔

(v) آمدنی کے گوشوارے داخل کرانے کا حکم دیا۔ جس کے نتیجے میں 31 دسمبر 1958ء تک ایک ارب 34 کروڑ روپے کی خفیہ دولت کا پتہ چلایا گیا۔ حکومت نے اس رقم پر 24 کروڑ روپے ٹیکس بھی وصول کیا۔

(vi) ناجائز کاروبار کرنے والی کمپنیوں کو توڑ دیا گیا۔

(vii) امپورٹ لائسنس کی خرید وفروخت پر پابندی عائد کر دی گئی۔

(viii) ناجائز طور پر متروکہ جائیدادوں پر قابض اشخاص کو جائیدادوں کی واپسی کا حکم دیا گیا۔

(6) مہاجرین کی آباد کاری:

جنرل محمد ایوب خان نے مہاجرین کی آباد کاری کے لئے 5 دسمبر 1958ء کو کورنگی (کراچی) کے مقام پر ایک بستی کا سنگ بنیاد رکھا۔ جنرل اعظم خان کی نگرانی میں اس کاروائی میں پچیس ہزار مکانات تعمیر کیے گئے۔ ایوب خان نے یکم اگست 1959ء کو مہاجر کالونی کا افتتاح کیا۔ اس طرح کی کالونیاں راولپنڈی، لاہور اور دیگر بڑے شہروں میں بھی تعمیر کی گئیں۔ مشرقی پاکستان میں ڈھاکہ کے قریب محمد پورہ کے نام سے ایک نئی بستی تعمیر کی گئی۔

(7) زرعی اصلاحات:

جنرل ایوب خان نے 18 اکتوبر 1958ء کو گورنر مغربی پاکستان مسٹر اختر حسین کی سرکردگی میں ایک کمیشن تشکیل دیا۔ جس کا مقصد زرعی اصلاحات کے سلسلہ میں تجاویز پیش کرنا تھا۔ اس کمیشن کی سفارشات کی روشنی میں جنرل محمد ایوب خان نے 24 جنوری 1959ء کو زرعی اصلاحات کے نفاذ کا اعلان کر دیا جس کے اہم نکات حسب ذیل ہیں:

(i) ایک شخص ایک ہزار ایکڑ بارانی اراضی اور پانچ سو ایکڑ نہری اراضی کا مالک بن سکے گا۔

(ii) باغات اور چراگاہوں کی صورت میں ایک زمیندار 150 ایکڑ مزید رقبہ اپنے پاس رکھ سکے گا۔

(iii) زرعی اراضی کی حد فی یونٹ 12 ایکڑ ہوگی۔ جن مزارعین کے پاس اراضی کم ہوگی حکومت ان کے ہاتھ اراضی فروخت کریگی۔

(iv) مزارعین یا کسانوں سے بیگار لینا ممنوع ہوگا۔

(v) حکومت کسانوں میں زمین مفت تقسیم کرے گی۔ اور اس کے بعد انہیں بے دخل نہیں کیا جائیگا۔ اگر بے دخل کیا گیا تو اس کا معاوضہ دیا جائیگا۔

(vi) حکومت تمام تر جاگیریں بلا معاوضہ ضبط کرلے گی۔

زرعی اصلاحات کے تحت زمینداروں سے مقررہ حد سے زائد اراضی حکومت نے اپنی تحویل میں لے لی۔ زمین کے مالکان کو یہ رعایت دی گئی کہ وہ اپنے وارثوں کے نام ایک مخصوص حد تک رقبہ منتقل کرسکتے ہیں۔ مغربی پاکستان کے مزارعین کو ان کے زیر کاشت رقبہ پر مالکانہ حقوق دے دیئے گئے۔ حکومت نے کاشتکاروں کے ہاتھ آسان قسطوں پر اراضی فروخت کرنے کا انتظام کیا۔ اشتمال اراضی کے سلسلہ میں بھی اقدامات کئے گئے۔ کسانوں کو آسان قسطوں پر قرضے فراہم کرنے کا بندوبست بھی کیا گیا۔ حکومت نے ملک میں جدید زرعی مشینری کو متعارف کرایا۔ کھاد کے کارخانے قائم کئے گئے اور ملک میں زرعی ترقیاتی کارپوریشن قائم کی گئیں۔ بنجر زمین کو قابل کاشت بنانے کے لئے بھی موثر تدابیر اختیار کی گئیں۔

(8) نئے دارالحکومت کا قیام:

جنرل محمد ایوب خان نے جون 1960ء میں اسلام آباد میں نئے دارالحکومت کی تعمیر کے لئے کیپیٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا آرڈیننس جاری کیا اور عارضی طور پر راولپنڈی کو پاکستان کا دارالحکومت بنایا۔ 26 نومبر 1966ء کو اسلام آباد میں دارالحکومت کی تعمیر مکمل ہونے پر مرکزی حکومت کے دفاتر وہیں منتقل ہوگئے۔

(9) بنیادی جمہوریتوں کا نظام:

جنرل محمد ایوب خان نے 26 اکتوبر 1959ء کو بنیادی جمہوریتوں کا آرڈیننس جاری کیا۔ یہ نظام پانچ اکائیوں پر مشتمل تھا:

(i) یونین کونسل
(ii) تھانہ / تحصیل کونسل
(iii) ضلع کونسل
(iv) ڈویژنل کونسل
(v) صوبائی مشاورتی کونسل

(i) ابتدائی وحدت یونین کونسل تھی۔ جو ایک بڑے قصبہ یا کئی چھوٹے دیہات پر مشتمل تھی۔ تقریباً بارہ سو افراد اپنا ایک نمائندہ منتخب کرتے تھے۔ ایک یونین کونسل کے منتخب شدہ نمائندے اپنے چیئرمین کا انتخاب کرتے تھے۔ یونین کونسل کا دفتری نظام چلانے کے لئے ایک سیکرٹری کا سرکاری طور پر تقرر کیا جاتا تھا۔ یونین کونسل کو ٹیکس عائد کرنے کے اختیارات حاصل تھے اور وہ مقامی پولیس کے فرائض بھی انجام دیتی تھی۔ شادی بیاہ اور پیدائش کا اندراج یونین کونسل میں کرانا ضروری تھا۔ دوسری شادی کی اجازت لینے کے لئے یونین کونسل سے رجوع کرنا پڑتا تھا۔

شہروں میں ٹاؤن کمیٹیاں اور میونسپل کمیٹیاں تشکیل دی جاتی تھیں جن کا انتخاب عوام کے ووٹوں کے ذریعے ہوتا تھا۔ جن شہروں کی آبادی 15000 نفوس سے زیادہ ہوتی تھی ان میں متعدد یونین کمیٹیاں تشکیل دی جاتی تھیں۔

(ii) مشرقی پاکستان میں تھانہ کی سطح پر جو کونسلیں تشکیل دی جاتی تھیں، وہ تھانہ کونسلیں کہلاتی تھیں۔ مغربی پاکستان میں یونین کونسل کے بعد تحصیل کی سطح پر تشکیل دی جانے والی کونسل تحصیل کونسل کہلاتی تھی۔ ان کونسلوں میں تمام علاقے کی یونین کونسلوں اور ٹاؤن کونسلوں کے چیئرمین ہوتے تھے۔ ان کونسلوں کے دفاتر کا انتظام کرنے کے لئے سرکاری ملازمین کی تقرری کی جاتی تھی۔ مغربی پاکستان میں تحصیلدار اور مشرقی پاکستان میں سب ڈویژنل افسر اس کونسل کا صدر ہوتا تھا۔

(iii) تیسرے مرحلہ میں ضلع کونسل تشکیل دی جاتی تھی، جس کا صدر ڈپٹی کمشنر ہوتا تھا۔ اس میں یونین کونسلوں کے چیئرمین، ٹاؤن کمیٹیوں اور میونسپل کمیٹیوں کے صدر اور سرکاری افسران شامل ہوتے تھے۔ ضلع کونسل تعمیراتی کاموں کے لئے ٹیکس عائد کرنے کی مجاز تھی۔

(iv) چوتھے مرحلہ پر ڈویژن کونسل تشکیل دی جاتی تھی، جس کا چیئرمین ڈویژنل کمشنر ہوتا تھا۔ اس میں سرکاری وغیر سرکاری اراکین شامل ہوتے تھے۔ اسے ٹیکس عائد کرنے کا اختیار نہ تھا۔

(v) پانچویں مرحلہ پر صوبائی مشاورتی کونسل تشکیل دی جاتی تھی، جس کا سربراہ گورنر ہوتا تھا۔ بنیادی جمہوریتوں کے اراکین صدر پاکستان، قومی اسمبلی کے ارکان اور صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کا انتخاب کرتے تھے۔

(10) بنیادی جمہوریتوں کے تحت پہلا انتخاب:

بنیادی جمہوریتوں کے تحت پہلے انتخابات 1959ء میں عمل میں لائے گئے۔ مشرقی و مغربی پاکستان میں بالغ حق رائے دہی کی بنیاد پر 80 ہزار اراکین کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ ان انتخابات میں دونوں صوبوں کو مساوی نمائندگی دی گئی تھی۔ فروری 1960ء کو ان منتخب شدہ ارکان میں سے 95.6 فیصد اراکین نے اعتماد کا ووٹ دے کر جنرل محمد ایوب خان کو پانچ سال کے لئے صدر مملکت منتخب کیا۔

جنرل محمد ایوب خان بطور صدر پاکستان

جنرل محمد ایوب خان نے 17 فروری 1960ء کو صدر پاکستان کی حیثیت سے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔

(1) آئین کی تیاری:

17 فروری 1960ء کو صدر پاکستان نے نئے آئین کی تیاری کے لئے ایک کمیشن تشکیل دیا۔ اس کمیشن کا کام دستور پاکستان 1956ء کی ناکامی کے اسباب معلوم کرنا اور نئے آئین کے لئے سفارشات پیش کرنا تھا۔ 6 مئی 1961ء کو آئینی کمیشن نے اپنی رپورٹ صدر مملکت کو پیش کر دی۔ 7 مئی 1961ء کو صدارتی کابینہ کے سات افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے قلیل مدت میں اپنی سفارشات کابینہ کو پیش کر دیں۔ اس کے بعد اکتوبر 1961 کو کابینہ کی کمیٹی کی سفارشات پر غور کرنے کے لئے گورنروں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں کابینہ کمیٹی کی سفارشات کی منظوری دیدی اور آئین کی ترتیب وتدوین کا فیصلہ کیا گیا۔ 31 اکتوبر کو آئین سازی کے لئے دو ماہرین مسٹر جسٹس عبدالحمید سیکرٹری وزارت قانون اور مسٹر منظور قادر وزیر خارجہ کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ ان دونوں ماہرین نے 1962ء میں دستور مکمل کر لیا۔ جسے صدر مملکت کی منظوری کے بعد یکم مارچ 1962ء کو نافذ کر دیا گیا۔ یہ آئین "دستور پاکستان 1962ء" کے نام سے موسوم ہوا۔

(2) مارشل لاء کا خاتمہ:

نئے آئین کے نفاذ کے بعد 8 جون 1962ء کو صدر مملکت محمد ایوب خان نے ملک میں مارشل لاء کے خاتمہ کا اعلان کیا۔ اس کے ساتھ ہی مارشل لاء کے تحت قائم عدالتیں اور مارشل لاء کے ضابطے منسوخ کر دیئے گئے۔

(3) اسلامی مشاورتی کونسل کا قیام:

نئے دستور کے نفاذ کے بعد 30 جولائی 1962ء کو اسلامی مشاورتی کونسل کے نام سے ایک ادارہ تشکیل دیا گیا جس کے چیئرمین مسٹر محمد اکرم سابق چیف جسٹس اور سپریم کورٹ کے جج تھے۔ اس کونسل کا فرض یہ تھا کہ وہ گورنر یا صدر مملکت کو اس امر کے بارے میں مشورے دے کہ قانون اسلامی اصولوں کے مطابق ہے یا نہیں۔ اس کونسل کی طرف سے دیئے گئے مشوروں پر عمل کرنا یا نہ کرنا دستور ساز اسمبلی کی صوابدید پر منحصر تھا۔ اس کونسل کے ذمہ ایسی سفارشات مرتب کرنا بھی تھا جن کی بنیاد پر پاکستانی اسلامی تصورات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔

(4) عائلی قوانین کا نفاذ:

صدر محمد ایوب خان نے 12 مارچ 1961ء کو ایک آرڈیننس جاری کیا جو "عائلی قوانین کا آرڈیننس" کہلاتا ہے۔ اس آرڈیننس میں شادی، نکاح، دوسری شادی اور طلاق کے علاوہ وراثت سے متعلقہ احکام بھی تھے۔ آرڈیننس ہذا کے مطابق نکاح کا اندراج یونین کونسل یا ٹاؤن کمیٹی وغیرہ کرانا ضروری تھا۔ دوسری شادی کرنے کے لئے پہلی بیوی سے اجازت حاصل کرنا لازم تھا۔ طلاق دینے کے لئے نوٹس یونین کونسل کو بھجوانا ضروری تھا۔ آرڈیننس ہذا میں یتیم پوتے کو وراثت کا حقدار قرار دیا گیا تھا۔

اس آرڈیننس کے خلاف علمائے دین نے زبردست احتجاج کیا اور اسے اسلام کے اصولوں کے خلاف قرار دیا۔ اسی اثناء میں عورتوں نے احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ اس آرڈیننس سے عورتوں کے حقوق کو تحفظ مل گیا ہے اس لئے اسے ختم کرنا ناانصافی ہوگی۔ صدر ایوب نے دینی حلقہ کے احتجاج کے باوجود اسے منسوخ نہ کیا تاہم وعدہ کیا کہ اس کی غیر اسلامی شقیں خارج کر دی جائیں لیکن یہ وعدہ پورا نہ کیا گیا۔

(5) سندھ طاس منصوبہ:

قیام پاکستان کے بعد بھارت نے دریائے بیاس اور راوی پر اپنا حق ظاہر کرتے ہوئے بعض نہروں کا پانی بند کر دیا جس سے پاکستان کی لاکھوں ایکڑ اراضی کے بنجر ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ صدر ایوب خان نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ستمبر 1960ء میں عالمی بینک کی مدد سے بھارت سے ایک سمجھوتہ کیا جس کے مطابق دریائے راوی، دریائے ستلج اور دریائے بیاس کا پانی بھارت کو دے دیا گیا۔ جبکہ دریائے سندھ، دریائے جہلم اور دریائے چناب کو مغربی دریا قرار دیدیا گیا۔ اس کے

بعد سندھ طاس کا منصوبہ وضع کیا گیا جس کا مقصد دریائے جہلم پر منگلا ڈیم، دریائے سندھ پر تربیلا ڈیم اور دریاؤں کے مابین رابطہ نہریں تعمیر کرنا تھا۔

(6) سیاسی جماعتوں کی بحالی:

صدر ایوب خان نے 16 جولائی 1962ء کو قومی اسمبلی کے منظور کردہ ایک بل کی منظوری دی جس کے تحت سیاسی جماعتوں سے پابندی ختم کر دی گئی۔

(7) پاک چین سرحدی سمجھوتہ:

اس سمجھوتے پر 2 مارچ 1963ء کو پاکستانی وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو اور چینی وزیر خارجہ مارشل چن ژی نے دستخط کیے۔ اس سمجھوتے سے قبل تین ہزار چار سو مربع میل کا علاقہ متنازعہ تھا۔ چین نے کے ٹو پر پاکستان کا قبضہ تسلیم کر لیا۔ اس سمجھوتے میں کہا گیا تھا کہ اگر آئندہ دونوں ممالک کے مابین کوئی تنازعہ پیدا ہوا تو اسے باہمی بات چیت کے ذریعے دوستانہ ماحول میں حل کیا جائیگا۔

(8) ریفرنڈم بل کی منظوری:

19 اگست 1964ء کو قومی اسمبلی نے ریفرنڈم بل کی منظوری دیدی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ صدر مملکت اور قومی اسمبلی کے مابین کسی مسئلہ پر اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں ریفرنڈم کرایا جائیگا۔ اس بل کی رو سے ریفرنڈم میں صرف قومی اسمبلی کے اراکین ہی حصہ لے سکتے تھے۔

(10) صدر ایوب کی صدارتی امیدوار کے طور پر نامزدگی:

کونشن مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے آئندہ صدارتی انتخاب کے لئے جنرل محمد ایوب خان کو اپنا امیدوار نامزد کیا۔ اس کے بالمقابل حزب مخالف کی جماعتوں نے محترمہ فاطمہ جناح کو اپنا صدارتی امیدوار نامزد کیا۔

(11) بنیادی جمہوریتوں کا انتخاب:

31 اکتوبر 1964ء کو مغربی پاکستان میں اور 10 نومبر 1964ء مغربی پاکستان میں بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات شروع ہوئے۔

(12) صدر ایوب خان کی کامیابی:

صدارتی انتخاب کا اعلان 2 جنوری 1965ء کو ہو چکا تھا، جس میں جنرل محمد ایوب خان کامیاب قرار دیئے گئے تھے۔ انہوں نے 23 مارچ 1965ء کو صدر مملکت کے طور پر اپنے عہدے کا حلف اٹھایا اور دوسری مرتبہ ملک کے صدر مقرر کیے گئے۔

(13) قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات:

21 مارچ 1965ء کو قومی اسمبلی کے انتخابات منعقد ہوئے اور 25 مارچ کو انتخابات کے نتائج کا اعلان کر دیا گیا۔ صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات 13 مئی 1965ء کو ہوئے اور 20 مئی 1965ء کو ان کے نتائج کا اعلان کر دیا گیا۔

(14) پاک بھارت جنگ

اپریل 1965ء سے ہی بھارت نے پاکستان کے ساتھ مختلف علاقوں میں سرحدی چھڑپیں شروع کر دی تھیں۔ 6 ستمبر 1965ء کو بھارت نے بغیر اعلان جنگ کیے پاکستان پر حملہ کر دیا اور لاہور کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ پاکستانی افواج نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بھارت کی فوجوں کو پیچھے دھکیل دیا۔ بھارت کو لاہور سیکٹر میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ 7 ستمبر 1965 کو بھارت نے جنگ کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے چونڈہ پر حملہ کر دیا۔ 10 ستمبر کو بھارت چونڈہ کے میدان میں چھ سو ٹینک لے آیا۔ پاکستان نے ڈیڑھ سو ٹینکوں سے بھارت کا حملہ روکا اور بھارت کے 36 ٹینک تباہ کر دیئے۔ 12 ستمبر کو دشمن کے مزید 45 ٹینک تباہ ہو گئے۔ بھارت کو چونڈہ کے سیکٹر میں زبردست نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ اس کے بعد بھارت نے کھیم کرن سیکٹر اور راجستھان پر تابڑ توڑ حملے کیے لیکن یہاں بھی اسے زبردست نقصان اٹھانا پڑا۔

پاک فضائیہ نے پہلے ہی روز بھارت کے بائیس جہاز مار گرائے۔ مجموعی طور پر اس جنگ میں بھارتی فضائیہ کا 1/6 حصہ تباہ ہو گیا۔ پاک بحریہ نے 7 ستمبر کی رات بھارت کی بندرگاہ دوارکا پر حملہ کر کے رڈار سٹیشن تباہ کر دیا۔

20 ستمبر 1965ء کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے بھارت اور پاکستان کے مابین جنگ بندی کے سلسلے میں ایک قرار داد منظور کی۔ اس قرار داد کے مطابق 23 ستمبر 1965ء کو جنگ بند ہو گئی۔ اس جنگ میں پاکستان کی نسبت بھارت کا زیادہ نقصان ہوا۔ پاکستان کے 14 طیارے اور بھارت کے 110 طیارے تباہ ہوئے۔ پاکستانی افواج کے 1033 افراد شہید ہوئے اور بھارت کے 9500 فوجی ہلاک ہوئے۔ پاکستان کے 165 ٹینک اور بھارت کے 516 ٹینک تباہ ہوئے۔ یہ جنگ سترہ دن تک جاری رہی۔

(15) اعلان تاشقند:

10 اکتوبر 1965ء کو پاکستان کے صدر محمد ایوب خان اور بھارت کے وزیر اعظم لال بہادر شاستری کے مابین روس کے مشہور شہر تاشقند میں ایک سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔ جس کے مطابق دونوں ملکوں نے اپنی فوجیں 5 اگست 1965ء کی پوزیشن پر لانا منظور کر لیں۔ علاوہ ازیں اس معاہدے میں دونوں ممالک کے مابین دوستانہ تعلقات استوار کرنے کا اظہار بھی کیا گیا تھا۔

(16) اگرتلہ کیس کی واپسی:

حکومت پاکستان نے شیخ مجیب الرحمن اور دیگر 34 افراد پر سپریم کورٹ میں مقدمہ دائر کر رکھا تھا کہ مذکورہ افراد بھارتی سرمایہ اور اسلحہ سے مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں۔ حکومت پاکستان نے 22 فروری 1969ء کو یہ مقدمہ واپس لے لیا۔

(17) حکومت کے خلاف ہنگامے اور استعفیٰ:

جنرل ایوب دور کے آخر میں سیاسی قائدین اور عوام نے حکومت کے خلاف جلسے جلوس اور ہنگاموں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ پارلیمانی نظام کا قیام عمل میں لانے کے لئے بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ملک میں انتخابات منعقد کرائے جائیں۔ نومبر 1968ء میں ملک بھر میں ہڑتالوں اور مظاہروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جب ملکی حالات کنٹرول سے باہر ہو گئے۔ تو جنرل ایوب خان مستعفی ہو گئے اور ان کی جگہ 25 مارچ 1969ء کو جنرل یحییٰ خان نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا اور دستور پاکستان 1962ء، صوبائی و قومی اسمبلیاں اور وزارتیں ختم کر کے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے اختیارات سنبھال لئے۔

دستور پاکستان 1962ء کی تشکیل اور بنیادی خصوصیات

تشکیل:

صدر محمد ایوب خان نے اپنے دور حکومت میں 17 فروری 1960 کو ایک آئین کمیشن تشکیل دیا، جس میں مسٹر جسٹس محمد شریف، مسٹر عزیزالدین، مسٹر این ڈی بروری، مسٹر طفیل علی، مسٹر ارباب احمد علی جان، سردار حبیب اللہ، مسٹر نصیر شیخ، مسٹر آفتاب احمد اور مسٹر اے مجید (سیکرٹری انتخابی کمیشن) شامل تھے۔ کمیشن کو ہدایت کی گئی کہ وہ آئین کے بارے میں تجاویز پیش کرے۔ اس کمیشن نے 6 مئی 1961ء کو صدر محمد ایوب خان کو اپنی رپورٹ پیش کی۔ اس کے بعد صدر مملکت نے وزیر خارجہ منظور قادر کی سربراہی میں 7 مئی 1961ء کو صدارتی کابینہ کے سات افراد پر مشتمل ایک

کمیٹی قائم کی اور اسے ہدایت کی کہ وہ کمیشن کی سفارشات سے متعلق اپنی رائے کابینہ کو پیش کرے۔ اس کمیٹی نے اپنی سفارشات کابینہ کو پیش کردیں۔ اس کے بعد اکتوبر 1961ء کو گورنروں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں کابینہ کمیٹی کی سفارشات کی منظوری دی گئی اور آئین کی ترتیب کا فیصلہ کیا گیا۔ آئین سازی کے لئے ماہرین کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ جن میں مسٹر جسٹس عبدالحمید سیکرٹری وزارت قانون اور مسٹر منظور قادر وزیر خارجہ شامل تھے۔

اس کے بعد صدر نے اس کی منظوری دے دی اور یکم مارچ 1962ء کو نیا آئین نافذ کردیا گیا۔ یہ آئین "دستور پاکستان 1962ء" کے نام سے موسوم ہوا۔

دستور پاکستان 1962ء کی نمایاں خصوصیات

دستور پاکستان 1962ء کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

(1) صدارتی طرزِ حکومت:

دستور پاکستان 1962ء میں ملک کے لئے صدارتی نظام حکومت کی منظوری دی گئی تھی۔ اس طرزِ حکومت میں صدر ملک کا سربراہ ہوتا ہے۔ اسے اپنی مدت پوری کرنے سے پہلے اس کے منصب سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔ دستور ہذا کے مطابق ملک میں نافذ صدارتی نظام مکمل طور پر صدارتی نظام نہیں تھا بلکہ اسے محدود لحاظ سے صدارتی نظام کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ دستور ہذا کی رو سے وزراء مقننہ کی کاروائی میں حصہ لے سکتے تھے۔ اس دستور کی رو سے تمام اختیارات صدر کے پاس تھے اور ملک کے نظم و نسق کی ذمہ داری بھی صدر پر تھی۔ صدر کی کابینہ عوام کے بجائے صدر ہی کے سامنے جوابدہ تھی۔

(2) اسلامی آئین:

دستور ہذا میں اسلام کو اہمیت دی گئی تھی۔ دستور ہذا میں ملک کا نام پہلے جمہوریہ پاکستان رکھا گیا لیکن بعد میں ترمیم کے ذریعے "اسلامی جمہوریہ پاکستان" رکھا گیا تھا۔ دستور کے مطابق پاکستان کے سربراہ کا مسلمان ہونا ضروری تھا۔ کوئی غیر مسلم پاکستان کا صدر یا وزیر اعظم نہیں بن سکتا تھا۔

(2) اسلامی مشاورتی کونسل:

دستور ہذا میں کہا گیا تھا کہ ملک میں کوئی ایسا قانون وضع نہیں کیا جائیگا جو شریعت اسلامی یعنی قرآن و سنت کے منافی ہو۔ دستور ہذا میں ایک اسلامی مشاورتی کونسل کی تشکیل کی دفعہ شامل کی گئی

تھی۔ جس کو صدر اور مقننہ کو اسلامی امور کے بارے میں سفارشات پیش کرنے کا فریضہ سونپا گیا تھا۔ علاوہ ازیں اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے ایک تحقیقاتی ادارہ کے قیام کی سفارش بھی کی گئی تھی۔

(4) دستور ساز اسمبلیاں:

اس دستور کے مطابق مرکز میں ایک قومی اسمبلی تشکیل دینے کی منظوری دی گئی تھی۔ صوبوں کے لئے علیحدہ علیحدہ اسمبلیاں تجویز کی گئی تھیں۔ قومی اور صوبائی اسمبلیاں ایک ایک ایوان پر مشتمل ہونے کی سفارش کی گئی تھی۔ قومی اسمبلی کے اراکین کی تعداد 156 مقرر کی گئی تھی جس میں خواتین کی چھ نشستیں بھی شامل تھیں۔ مشرقی اور مغربی دونوں صوبوں کو مساوی نمائندگی دی گئی تھی۔

(5) انتخابات:

اس دستور میں انتخابات کا طریقہ کار بیان کر دیا گیا تھا۔ انتخابات منعقد کروانے کے لئے "الیکشن کمیشن" کے نام سے ایک ادارہ تشکیل دینے کی سفارش کی گئی تھی اس دستور میں بالغ رائے دہی کی بجائے بالواسطہ طریقہ انتخاب کو اپنایا گیا تھا۔ صدر، قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کا انتخاب الیکشن کمیشن کے ذریعے عمل میں لانے کی سفارش کی گئی تھی۔

(6) وفاقی حکومت:

دستور ہذا کے مطابق پاکستان کے لئے ایک وفاق پر مشتمل نظام رائج کیا گیا جس کے دو بڑے صوبے مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان شامل تھے۔ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے مابین اختیارات کی تقسیم کی گئی تھی۔

(7) بنیادی جمہوریت:

اس دستور کی اہم خصوصیت بنیادی جمہوری نظام کی تشکیل تھی، جس کے ذریعے صدر اور اسمبلیوں کے انتخاب کا طریقہ رائج کیا گیا تھا۔ بنیادی جمہوری نظام کے تحت ملک میں یونین کونسل، ٹاؤن کمیٹی، میونسپل کمیٹی، میونسپل کارپوریشن، ضلع کونسل اور کنٹونمنٹ بورڈ تشکیل دیئے گئے تھے۔ اس نظام کے تحت اسمبلیوں کے ارکان کا انتخاب بنیادی جمہوری اداروں کے ذریعے عمل میں لایا جاتا تھا۔

(8) قومی زبان:

دستور ہذا میں اردو اور بنگالی زبان سرکاری زبانیں قرار دی گئی تھیں لیکن ملک میں انگریزی زبان کو دفتری زبان کی حیثیت حاصل تھی۔

(9) تقسیم اختیارات:

اس دستور کی رو سے ملک میں وفاقی نظام قائم کیا گیا تھا۔ اس دستور میں تقسیم امور اس طرح کی گئی تھی کہ مرکزی حکومت کے اختیارات کو ایک فہرست میں بیان کر دیا گیا تھا، بقیہ تمام اختیارات صوبوں کو تفویض کر دیئے گئے تھے۔

(11) ارکان اسمبلی کا محاسبہ:

دستور ہذا میں واضح کیا گیا تھا کہ قانون کی نظر میں حاکم و محکوم ایک ہونگے۔ دستور ہذا میں کہا گیا تھا کہ ارکان اسمبلی کی قانون شکنی کی صورت میں سپریم کورٹ سے رجوع کیا جا سکے گا۔

(12) صوبائی خود مختاری:

دستور ہذا میں کہا گیا تھا کہ پاکستان کی نوعیت ایک فیڈریشن کی سی ہو گی جس میں صوبوں کو خود مختاری حاصل ہو گی۔ اور ملک کے مشرقی اور مغربی حصے سے مساوات کی بنیاد پر سلوک کیا جائے گا۔

(12) آئین میں ترمیم:

یہ دستور ایک لچکدار دستور تھا اور اس میں ترمیم و تبدیلی کی گنجائش موجود تھی۔ آئین میں ترمیم کی تجویز قومی اسمبلی کی دو تہائی اکثریت سے پیش کی جا سکتی تھی۔

ترمیم کی منظوری کا اختیار صدر مملکت کو حاصل تھا۔ اگر قومی اسمبلی کی منظور کردہ ترمیم کی تجویز صدر مملکت نامنظور کر دے تو قومی اسمبلی تین چوتھائی اکثریت کی تائید سے دوبارہ منظور کر کے صدر کی منظوری کے لئے بھیج سکتی تھی۔ اگر صدر اور قومی اسمبلی کے درمیان اس سلسلہ میں اختلاف بدستور موجود رہے تو پھر صدر حسب ذیل طریقہ اختیار کر سکتا تھا:

(i) ترمیم کو مشتہر کر کے بنیادی جمہوریتوں کے ارکان کی رائے حاصل کرنے کے لئے ریفرنڈم کا انعقاد۔

(ii) قومی اسمبلی کی برطرفی۔ جبکہ اسمبلی کی معیاد کے خاتمہ کی مدت 120 دنوں سے کم نہ ہو۔

(13) بنیادی حقوق:

دستور ہذا میں شہریوں کو درج ذیل بنیادی حقوق عطا کیے گئے تھے۔

(i) تحفظ جان و مال۔

(ii) آزادی تحریر و تقریر اور جلسہ کرنے کی آزادی۔

(iii) عقیدے اور نظریہ کی آزادی، مذہبی تبلیغ کی آزادی۔

(iv) ملک کے کسی بھی حصہ میں رہائش رکھنے کی آزادی۔

(v) ہر جائز پیشہ اختیار کرنے کی آزادی۔

(vi) قانونی مساوات۔

(vii) یونین یا ادارے بنانے کا حق۔

(viii) نجی جائیداد کی خرید و فروخت کا حق۔

(ix) کسی شخص کو غلام نہ بنانے کی ضمانت اور بیگار نہ لینے کا وعدہ۔

(x) بلاجواز گرفتار نہ کرنے کا عہد اور ملزم کو صفائی دیئے بغیر سزا نہ دینے کا وعدہ۔

(xi) ثقافت اور زبان کے تحفظ کی ضمانت۔

(14) عدلیہ کی آزادی:

دستور ہذا میں عدلیہ کی آزادی کی ضمانت دی گئی تھی۔ دستور ہذا میں سپریم کورٹ کو مملکت کی مرکزی عدالت قرار دیا گیا تھا۔ دونوں صوبوں میں ہائی کورٹ کے قیام کی سفارش کی گئی تھی۔ ججوں کا تقرر صدر مملکت خود کرتا تھا اور اعلیٰ عدالتی کونسل کی رپورٹ پر کسی جج کو برطرف کیا جا سکتا تھا۔

(15) آئینی ادارے:

دستور ہذا میں مندرجہ ذیل ادارے تشکیل دینے کی سفارش کی گئی تھی:

(1) ایک وفاقی پبلک سروس کمیشن اور دو صوبائی پبلک سروس کمیشن، (2) اعلیٰ عدالتی کونسل، (3) اسلامی مشاورتی کونسل، (4) الیکشن کمیشن، (5) آڈیٹر جنرل، (6) اٹارنی جنرل

(16) بین الاقوامی تعلقات:

دستور ہذا میں کہا گیا تھا کہ مسلمان ممالک کے ساتھ تعلقات بڑھائے جائیں گے اور بین الاقوامی امن کے لئے کوشش کی جائے گی۔

دستور پاکستان 1962ء کی ناکامی کے اسباب

دستور پاکستان کی ناکامی کے اسباب درج ذیل ہیں:

(1) فرد واحد کا بنایا ہوا آئین:

آئین کی تعریف انقلاب فرانس کے موقع پر یہ کی گئی تھی کہ آئین صرف وہ ہوتا ہے جو قوم اپنے نمائندوں کے ذریعے بنائے اور منظور کرے۔ آئین بنانے کا حق کسی بادشاہ، رہنما یا حاکم کو حاصل نہیں۔ 1962ء کا آئین صدر کی خواہش پر چند افراد نے مرتب کیا تھا۔ اسے مقننہ کی طرف سے منظور

نہیں کیا گیا تھا۔ جب یہ آئین وضع کیا گیا اس وقت کسی اسمبلی کا وجود نہیں تھا۔ اسمبلیوں کا قیام اس دستور کے وضع ہونے کے بعد اسی دستور کے تحت عمل میں لایا گیا تھا۔ اس لئے یہ دستور کی تعریف پر پورا نہیں اترتا تھا۔

(2) احتساب و توازن کا فقدان:

1962ء کے دستور میں احتساب و توازن کا اصول ملحوظ نہیں رکھا گیا تھا۔ اس لئے آئین میں اختیارات کے حامل افراد اور ادارے من مانی کرتے رہے اور حکومت جلد ہی بد عنوانیوں کا شکار ہو گئی۔

(3) حزب اختلاف:

صدر ایوب خان کے دور حکومت میں کونشن لیگ ایک اکثریتی پارٹی تھی اور وہی حزب اقتدار تھی۔ اسمبلیوں میں حزب مخالف کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا۔

(4) صوبائی خود مختاری کا فقدان:

1962ء کا دستور بظاہر وفاقی تھا لیکن حقیقت میں مرکزی حکومت صوبائی حکومتوں میں مداخلت کرتی رہی۔ صوبائی گورنروں اور وزراء کا تقرر خود صدر کرتا۔ صوبائی قانون سازی بالواسطہ طور پر مرکزی حکومت کی منشاء کے مطابق کی جاتی تھی۔

(5) صدارتی آمریت:

1962ء کے آئین میں صدر کو بے پناہ اختیارات دیئے گئے تھے۔ اسے حکومت کے ہر شعبے میں مداخلت کا حق حاصل تھا۔

(6) آزادیوں کا فقدان:

دستور پاکستان 1962ء میں اگرچہ صوبائی حکومتوں اور عوام کو آزادی دی گئی تھی لیکن عملی طور پر ان آزادیوں کو سلب کر دیا گیا تھا۔

(7) سیاسی جماعتوں پر پابندی:

دستور ہذا کے نفاذ کے دوران سیاسی جماعتوں کو کام کرنے کا موقع نہیں دیا گیا تھا۔ اس عہد میں صرف کونشن لیگ کو کھلی چھٹی حاصل تھی جو اقتدار میں تھی۔

(8) مشرقی اور مغربی پاکستان کے مابین غلط فہمیاں:
دستور ہذا کے نفاذ کے دوران مشرقی اور مغربی پاکستان کے مابین بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ مشرقی پاکستان کے لوگ محسوس کرنے لگے کہ مغربی پاکستان ان کا استحصال کر رہا ہے۔ ان غلط فہمیوں کا بر وقت ازالہ نہیں کیا گیا تھا جس کے باعث حالات بد سے بدتر ہوتے گئے۔

(9) بنیادی جمہوریتوں کا تاریک پہلو:
صدر محمد ایوب خان نے اپنے عہد میں بنیادی جمہوریتوں کا نظام رائج کیا تھا لیکن اس سے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہو سکے۔ مثال کے طور پر یونین کونسلوں کو شادی بیاہ اور طلاق کے سلسلے میں ثالثی کونسل بنا دیا گیا تھا۔ یونین کونسلوں کے اکثر چیئرمین جاہل اور ان پڑھ تھے۔ لوگوں نے اختیارات ملنے سے ناجائز فائدے اٹھانا شروع کر دیئے جو دستور ہذا کی ناکامی کا باعث بنے۔

(10) بالواسطہ انتخاب:
دستور پاکستان 1962ء میں بالواسطہ طریقہ انتخاب کی منظوری دی گئی تھی۔ رائے دہندگان پہلے بنیادی جمہوریتوں کے ارکان کا انتخاب کرتے تھے۔ یہ منتخب شدہ ارکان بالترتیب صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں اور نئے صدر کا انتخاب کرتے تھے۔ انتخابات کا یہ طریقہ غیر موثر ثابت ہوا اور بالآخر دستور کی ناکامی کا موجب بنا۔

(11) اسلامی نظریہ سے انحراف:
دستور پاکستان 1962ء میں بظاہر کہا گیا تھا کہ ملک کو اسلامی اصولوں کے مطابق چلایا جائیگا لیکن حقیقت میں اسلامی قوانین کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ اس دور میں اسلامی قانون سازی کے متعلق کوئی واضح پالیسی وضع نہیں کی گئی تھی۔

دستور کے علاوہ صدر ایوب خان نے اپنے دور حکومت میں بعض ایسے آرڈیننس جاری کیئے جو اسلامی قانون سے متصادم تھے۔ مثلاً مسلم عائلی قوانین اس کے علاوہ نوکر شاہی کا رویہ (1965ء کی جنگ کے بعد) معاشی بدحالی، فاطمہ جناح سے جیتا گیا الیکشن وغیرہ واقعات صدر ایوب خان اور ان کے پیش کردہ آئین کے زوال کا سبب بنے۔